OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:4, Issue: 1, Jan-June 2019
DOI: 10.36476/JIRS.4:1.06.2019.09, PP: 49-68

سیرت طیبہ کے تناظر میں منصبی ذمے داریاں اور تقاضاہائے حقوقِ مصطفیٰ

Official Duties and Contextual Responsibilities Contingent to the Prophetic Sīrah

Tariq Aziz
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Arabic Studies,
University of Sargodha, Sargodha,, Pakistan
Dr. Muhammad Shahbaz Manj
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies,
University of Sargodha, Sargodha,, Pakistan

Version of Record Online/Print: 27-Jun-19
Accepted: 27-May-19
Received: 31-Jan-19

Abstract

Rights of Holy Prophet Muḥammad (P.B.U.H) have been studied from various perspectives. This paper reviewing the extant research on the subject; identifies the duties of government officials from the referred side. It concludes that Prophet Muḥammad (P.B.U.H) is the most benefactor and humanitarian to mankind in the word. In this context only those Govt. officials can be considered true in their claim of love for Prophet Muḥammad (P.B.U.H) who adhere to his teachings, concerning ability of one's position, piety, liability, morality and uprightness and those who refrain from being footloose and profligate, and free themselves from the hunger of wealth and status, censoriously evaluate their deeds, keep an eye on the life hereafter and accountability. Moreover, those who hold justice and avoid dishonesty and bias are true according to the teachings of Islam. Without such qualities and characteristics claim of love is just deceit and forgery.

Keywords: *government officials, justice, dishonesty, life hereafter, accountability*

تمہید

عالمِ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسانات حضرت محمد ﷺ کے ہیں۔آپ کے سبب ہی بنی نوع انسان کو وہ دولت میسر آئی، جو دونوں جہاں میں اس کی فلاح وکامرانی کی ضمانت ہے۔جس کے احسانات جتنے زیادہ ہوں اس کے حقوق بھی

CC BY

اسی نسبت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے احسانات سب سے زیادہ ہیں لہٰذا آپ کے حقوق بھی سب سے زیادہ ہیں۔ان حقوق میں سب سے بڑھ کر آپ کا یہ حق ہے آپ سے ایسی محبت کی جائے جو مخلوقات میں کسی اور سے نہ ہو۔یہی وجہ ہے کہ اسلام میں آپ کے اس حق کی ادائیگی کی خصوصی تاکید کی گئی اور آپ کو بنی نوع انسان میں محبت کا سب سے زیادہ مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔[1] آپ کی محبت کو ایمان کا معیار قرار دیا گیا ہے۔[2] اللہ کی محبت آپ کی پیروی میں مضمر بتائی گئی ہے۔[3] آپ ﷺ کی نافرمانی کو آپ ﷺ کے انکار کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔[4]

گویا حضور کے حقوق اور آپ سے محبت وعقیدت میں سب سے بنیادی اور اہم چیز آپ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔لیکن بدقسمتی سے آج کے مسلمان آپ سے دعوی محبت تو کرتے ہیں مگر آپ کے اسوۂ حسنہ کو،جو زندگی کے ہر شعبے کے لیے مینارۂ نور ہے، کماحقہ اپنانے سے غافل ہیں۔ دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ سرکاری عہدے داروں کی اپنی منصبی ذمے داریوں کے حوالے سے بھی بحرانی کیفیت نظر آتی ہے۔نہ سرکاری وقت اور حیثیت کا صحیح استعمال ہے اور نہ فنڈز اور رقوم کا۔سرکاری عہدوں پر فائز حضرات بالعموم سرکاری مناصب اور ذرائع کو ذاتی مفادات کے لیے بے دریغ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سرکاری عہدے داروں کو حقوق مصطفیٰ کے تقاضوں کی روشنی میں اپنے منصبی تقاضوں پر متوجہ کیا جائے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

حقوق مصطفیٰ کے تناظر میں سیرت طیبہ کے حوالے سے قبل ازیں متعدد جہات سے تحقیقی کام ہوا ہے۔مثال کے طور پر مجلّہ "معارفِ اسلامی" علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جلد 8 شمارہ 2 میں ڈاکٹر علی اصغر چشتی صاحب کا مضمون بعنوان "حقوق مصطفیٰ آیات اور احادیث کی روشنی میں ایک جائزہ"، مجلّہ "علوم اسلامیہ" اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور 2014ء میں ڈاکٹر افتخار احمد صاحب کا مضمون بعنوان "حقوق مصطفیٰ قرآن وسنت کی روشنی میں" کراچی سے شائع ہونے والے مجلے "الایام" جلد 6، شمارہ 1 میں محمد سہیل شفیق کا مقالہ بعنوان "حقوق مصطفیٰ کے تقاضے اور عامۃ الناس کی ذمہ داریاں"، ابو عدنان محمد منیر قمر کی کتاب "حقوق مصطفیٰ ﷺ اور توہین رسالت کی شرعی سزا"، وغیرہ ایسے عناوین کے تحت مقالات شائع ہوئے ہیں۔ سرگودھا یونیورسٹی سے ڈاکٹر محمد شہباز منج کی نگرانی میں محمد صفدر نے "معاصر مسلم معاشرے میں اطاعت رسول کے تقاضے اسوۂ صحابہ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے ایم فل علوم اسلامیہ کا مقالہ لکھا ہے۔اس نوعیت کی کاوشوں میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی مذکورہ تعلیمات کے تناظر میں منصبی ذمے داریوں کے حوالے سے حقوق مصطفیٰ کے تناظر میں زیر نظر نوعیت کا کام مفقود ہے۔ان سطور میں اس کمی کے پیش نظر سرکاری عہدے داروں کے فرائض کو مذکورہ تعلیمات و اسوۂ نبوی کے تناظر میں موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے۔

مفروضۂ تحقیق

اس تحقیقی مقالے میں مفروضۂ تحقیق یہ ہے کہ ہمارے یہاں اہلِ مناصب اپنے مناصب، اختیارات، ذمے داریوں اور ذرائع کے حوالے سے غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس ضمن میں حقوقِ مصطفیٰ کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

منہجِ تحقیق

مقالہ ہذا میں اہلیتِ منصب، مسؤلیت وجواب دہی، حبِ جاہ ومال سے احتراز اور زہد وبے نفسی ،عدالت ودیانت اور

اقرباء پروری سے گریز سے متعلق آپ کی فراہم کردہ تعلیمات، اسوۂ حسنہ اور آپ کے تیار کردہ افرادِ معاشرہ و صاحبانِ مناصب کے نمونوں کی روشنی میں بحث کرکے نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔

اہلیتِ منصب کا لحاظ

اتباع و محبتِ رسول کا تقاضا ہے کہ سرکاری عہدوں پر اہل افراد کا تعین ہو۔اس چیز کا لحاظ انتخاب کرنے والے اور انتخاب کے امیدوار دونوں کو چاہیے، نہ امیدوار خود کو کسی ایسے کام کے لیے پیش کرے اور اس کے لیے سفارشوں اور رشوتوں کا سہارا لے جس کا وہ اہل نہیں اور نہ اس کا انتخاب کرنے والے اسے ان بنیادوں پر منتخب کریں۔اہلیتِ منصب کے معاملے میں اسوۂ نبوی ﷺ سے اس درجہ حساسیت کی تعلیم ملتی ہے کہ منصب طلب کرنے سے گریز کیا جائے۔روایات کے مطابق بعض افراد نے حضور سے عہدہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا:

"إنا ، واللهِ ! لا نوَلّي على هذا العملِ أحدًا سأله"[5]

"واللہ! ہم اپنا یہ معاملہ طلب کرنے والوں کے سپرد نہیں کریں گے۔"

عہدے طلب کرنے سے احتراز کی تعلیم فی الواقع اس حقیقت کو مستحضر رکھنے کے لیے دی گئی ہے کہ عہدہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔اس کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر یقین کرتے ہوئے انتہائی احتیاط سے پورا کرنا ہر دم آدمی کے پیش نگاہ رہنا چاہیے۔ یہ مقصد صحیح معانی میں تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب اللہ کی مدد شاملِ حال ہو اور اللہ کی مدد اس کو حاصل ہوتی ہے جو عہدوں کی لالچ اور ہوس میں مبتلا نہیں ہوتا، جیسا کہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہے:

"لا تسألِ الإمارةَ، فإنك إن أُعْطِيتَها من غيرِ مسألةٍ أُعِنْتَ عليها، وإن أُعْطِيتَها عن مسألةٍ وُكِلْتَ إليها."[6]

"امارت کا مطالبہ نہ کرو۔اگر یہ تمہیں بن مانگے مل گئی تو اس پر (اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے گی لیکن اگر مانگنے سے ملی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے (یعنی اللہ کی مدد شاملِ حال نہ رہے گی)۔"

لہٰذا آئیڈیل صورت تو یہی ہے کہ عہدے سپرد کرنے والے استحقاق رکھنے والوں کو بلا طلب عہدے دیں، تاہم احوال و ظروف کے مطابق اس کا مطالبہ بھی ہو سکتا ہے، ہاں اس میں غرض و ہوس اور ملی و قومی مفادات کے مقابلے میں ذاتی منفعت کسی صورت قابل قبول نہیں۔[7] گویا عہدہ طلب کرنے کی صورت درپیش ہو تو آدمی ذہن نشین رکھے کہ یہ بہت بڑی آزمائش اور غیر معمولی ذمہ داری ہے، اگر میں نے اسے حق کے بغیر حاصل کیا اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کیا تو مجھ کو سخت رسوائی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ارشاد نبوی ہے:

"وإنها أمانةٌ، وإنها يومَ القيامةِ خزيٌ وندامةٌ إلا من أخذها بحقِّها وأدَّى الذي عليهِ فيه"[8]

"یہ (منصب و عہدہ) ایک امانت ہے اور قیامت کے روز یہ رسوائی و ندامت کا باعث ہوگا الا یہ کہ آدمی نے اسے حق کی بنا پر حاصل کیا اور اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو ادا کیا۔"

کسی عہدے پر فائز شخص کو عہدوں کے لیے انتخاب کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ عہدوں پر اہل افراد کا تعین رسول اللہ کا حق ہے کہ حدیث میں آپ نے عہدوں پر نااہل کے تعین کو اللہ اور رسول سے خیانت قرار دیا ہے۔آپ ﷺ

کا فرمان ہے:

"جو مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور اس نے کسی شخص کو منصب سپرد کیا درآنحالیکہ اس عہدے کے لیے اس سے بہتر شخص موجود تھا، تو اس نے اللہ اور رسول سے خیانت کا ارتکاب کیا۔"[9]

ایک اور مقام پر فرمایا:

"جس نے کسی جماعت پر کسی شخص کو ذمہ داری سونپی اس حال میں کہ اس جماعت میں اس سے زیادہ موزوں اور بہتر شخص موجود تھا تو اس نے اللہ، اس کے رسول اور اہلِ ایمان سے خیانت کی۔"[10]

عہدوں پر غیر اہل افراد کا تعین کتنا نقصان دہ اور حضورؐ کے لیے کس درجہ تکلیف کا باعث ہے، اس کا اندازہ اس ارشادِ نبوی سے لگایا جا سکتا ہے:

"جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔"[11]

لہٰذا سرکاری عہدوں پر فائز حضرات کو چاہیے کہ اہلیتِ منصب کے ضمن میں تعلیمات و اسوۂ نبوی پر عمل کرتے ہوئے حقوق مصطفیٰ کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچیں۔

مسئولیت وجواب دہی

حضور ﷺ نے مسئولیت و جواب دہی کا تصور پیش فرمایا۔ آپ نے تعلیم دی کہ آدمی اس دنیا میں شتر بے مہار نہیں کہ جو جی میں آئے کرتا پھرے، کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ وہ اس دنیا میں نہ تو خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور نہ ہی غیر ذمہ دار و غیر مسئول ہے۔ اس کو اس کائنات کے خالق و مالک پروردگار نے بھیجا ہے اور ایک خاص کردار ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب اسے اپنے رب کے حضور اپنے دنیوی کردار سے متعلق جواب دینا ہے۔ خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ذات ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے انسان کا ہر ہر عمل ہر گھڑی اس کی نگاہ میں ہے، حتیٰ کہ وہ نگاہوں کی خیانت اور دلوں میں چھپی باتوں سے بھی باخبر ہے۔[12] انسان سے بروزِ قیامت اس کے کانوں، آنکھوں اور دل وغیرہ سب سے متعلق سوال کیا جائے گا۔[13] آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا، وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔"[14]

"ہر شخص اپنی رعایا سے متعلق جواب دہ ہے۔ چنانچہ امام، جو لوگوں کا نگہبان ہے، وہ اپنی رعایا سے متعلق جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور وہ اپنی رعایا سے متعلق جوابدہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اور ان سے متعلق جوابدہ ہے۔ غلام اپنے مالک کے مال پر نگران ہے اور اس سے متعلق جوابدہ ہے۔ خبردار! تم میں سے ہر شخص نگہبان

ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"لاَ تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلاَهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ-"[15]

"قیامت کے دن بنی آدم کے قدم آگے نہ بڑھ سکیں گے، یہاں تک کہ پانچ چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے،اس کی عمر سے متعلق کہ کن کاموں میں صرف کی اور اس کی جوانی سے متعلق کہ کہاں پرانی کی اور اس کے مال سے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟"

مسئولیت و جواب دہی کی اس لاجواب تعلیم کے ساتھ ساتھ آپؐ کی عملی زندگی بھی اس کا کامل مظہر تھی۔آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ آپؐ ہر کام جوابدہی کے نہایت گہرے احساس کے تحت انجام دے رہے ہیں۔آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرض سونپا گیا:

"اے اللہ کے رسول! جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے (دوسرے لوگوں تک) پہنچاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔"[16]

آپؐ نے اپنی اس منصبی ذمہ داری کو انتہائی خوش اسلوبی سے پورا فرمایا۔اس حوالے سے آپؐ کو جن مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان کے تصور سے بھی رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، مگر آپؐ دعوتِ حق کی ذمہ داری سے سرِ مو پیچھے ہٹے اور نہ اس ضمن میں کسی کوتاہی اور مداہنت کا مظاہرہ کیا۔ہجوم بلا اور سخت نا مساعد حالات کے باوصف آپؐ کس تڑپ، لگن، محنت اور احساسِ ذمہ داری و مسوئلیت سے کارِ منصبی انجام دیتے تھے اس کا اندازہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے لگایا جا سکتا ہے، جو اس ضمن میں آپؐ کی حساسیت کے حوالے سے آئے ہیں۔ان ارشادات کی رو سے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچانے کے حوالے سے اپنے منصب کے بارے میں آپ ﷺ اتنے حساس تھے کہ آپؐ کو اپنے مخاطبین کے ایمان نہ لانے کا شدید رنج ہوتا تھا۔[17] اور اس رنج و غم کے مارے[18] لگتا تھا کہ آپ ﷺ اپنی جان ہی دے ڈالیں گے۔[19]

سیرتِ اطہر سے مسئولیت و جوابدہی کے گہرے احساس کی اسی قبیل کی ایک اور نمایاں گواہی حضور کے خطبہ حجۃ الوداع کے ان الفاظ سے ملتی ہے، جو آپؐ نے اس خطبے کے آخر میں حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائے۔ان میں اپنے مشن کی تکمیل پر لوگوں کو اپنی مساعیٔ ابلاغ پر گواہ بنانے میں آپؐ کا یہ منشا نہایت واضح ہے کہ میں پروردگارِ عالم کے حضور پیش ہونے والا ہوں، لہٰذا دیگر شواہد کے ساتھ ساتھ میرے پاس اپنے مخاطبین کی پر زور شہادت بھی ہونی چاہیے۔نیز یہ کہ جب ان سے میرے ابلاغِ پیغامِ خداوندی سے متعلق بروزِ قیامت سوال ہو تو وہ میرے حق میں جواب دے سکیں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگوں سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا۔تم کیا جواب دو گے؟"لوگوں نے جواب دیا: "ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے بلاشبہ پیغامِ (حق) پہنچا دیا اور (امانت) ادا کر دی اور (لوگوں کو) نصیحت کر دی۔"بعد ازاں آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا:"اللهُمَّ اشْهَدْ، اللهُمَّ اشْهَدْ" اے اللہ تو گواہ رہنا! ،اے اللہ تو گواہ رہنا!"[20]

خلفائے راشدین حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور ان کی شخصیت آپ کے اُسوۂ و تعلیم کی عکاس تھیں۔یہی وجہ

ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ساتھ ساتھ ان کی سنت کی پیروی کی تاکید فرمائی۔[21] بنابریں ان کی سیرت و تعلیمات سے رہنمائی بھی دراصل آپ ﷺ ہی کی سیرت و تعلیمات سے رہنمائی ہے۔لہٰذا موضوع زیرِ بحث کے تناظر میں ان کے رویے اور طرزِ عمل کا بھی کچھ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خلفائے راشدین کو اللہ کے حضور جواب دہی کا اس درجہ گہرا احساس تھا کہ وہ تمنا کیا کرتے کہ کاش وہ کوئی ایسی چیز ہوتے جس سے حساب نہ لیا جاتا ہو۔ حضرت ابو بکرؓ باغ میں درخت کے سائے میں بیٹھے ایک جانور پر رشک کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"طوبى لك يا طير، تأكل من الشجر وتستظل بالشجر، وتصير إلى غير حساب، يا ليت أبا بكر مثلك"[22]

"اے جانور تجھے مبارک ہو! تو درختوں کے پھل کھاتا اور ان کے سائے میں آرام کرتا ہے اور تجھے کوئی حساب نہیں دینا، کاش ابو بکر تجھ سا ہوتا (کہ حشر کے محاسبے سے بچ رہتا)"

حضرت عمرؓ زمین سے ایک تنکا اٹھاتے اور فرماتے کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں کوئی چیز نہ ہوتا، کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ آپؓ محاسبے کے ڈر سے اتنا روتے تھے کہ چہرۂ مبارک پر دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ نفس کا عجیب رقت انگیز انداز سے محاسبہ کیا کرتے۔ اکیلے میں اپنے نفس کو کوستے اور کہتے: "عمر! اللہ سے ڈر، وہ تجھے عذاب میں مبتلا کرے گا۔" ایک دفعہ لوگوں میں مشک کندھوں پر اٹھالی، لوگوں نے سبب پوچھا تو گویا ہوئے: "میرا نفس مجھے اچھا لگنے لگا تھا، میں نے چاہا اسے ذلیل کروں۔"[23]

مسؤلیت و جواب دہی کے اس احساس نے خلفائے راشدین کو احساسِ مسؤلیت و جوابدہی کے حوالے سے دنیا کی عدیم المثال شخصیات بنا دیا۔ انہوں نے مال و دولت دنیا کو میل کچیل سمجھا، اور ایک ایک درہم اور ایک ایک دینار تک کی ذمہ داری کو پورا کیا۔[24]

خلیفۂ اول کے پاس وفات کے وقت ایک اونٹ، ایک حبشی غلام، ایک پیالہ اور ایک پرانی چادر ضروری استعمال کی کل کائنات تھی، ان معمولی چیزوں سے متعلق بھی حضرت عائشہؓ کو وصیت کی کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے جس سے میرے متولی ہونے کی حیثیت سے ہم فائدہ اٹھاتے تھے، اب یہ چیزیں عمر کے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔[25]

خلیفۂ دوم انسان تو ایک طرف جانوروں کے حقوق سے متعلق اس قدر حساس تھے کہ اونٹ کے زخم کو اپنے ہاتھ سے دھوتے اور صاف کرتے اور فرماتے: مجھے ڈر ہے کہ تیری اس تکلیف سے متعلق مجھ سے روزِ حشر محاسبہ نہ ہو۔[26]

آج کے سرکاری عہدے داروں کو، سچ یہ ہے کہ، مذکورہ نوعیت کی تعلیمات سے الاماشاءاللہ ہی مَس ہے۔ گویا انھیں نہ اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور نہ عوام ہی کو ان سے پرسش کا حق ہے۔ مسؤلیت و جوابدہی کے حوالے سے حقوق مصطفیٰ کا تقاضا ہے کہ اس ضمن میں تعلیماتِ نبوی اور اسوۂ ہائے رسول و اصحابِ رسول سامنے رہیں اور ان پر عمل کا جذبہ بیدار رہے۔ اگر یہ صورت پیدا ہو جائے تو یہ ممکن نہیں کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی محبت کا دم بھرنے والے مسلمان صاحبانِ مناصب اس نوع کی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں، جیسا کہ لمحہ موجود میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔

حبِّ جاہ و مال سے احتراز اور زہد و بے نفسی

حبِّ جاہ و حشمت، ہوسِ مال و دولتِ دنیا، بلند معیارِ زندگی، پروٹوکول اور دوسروں سے ممتاز و منفرد نظر آنے کی تمنا وہ

چیزیں ہیں، جو کسی سرکاری منصب پر فائز مسلمان کو حقوق مصطفیٰ سے غافل کرکے اپنے منصب اور عہدے کے ذمہ دارانہ استعمال میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہیں۔ یہ چیزیں نہایت گھناؤنے اخلاقی امراض ہیں اور آدمی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ جائز وناجائز کی پرواہ کئے بغیر جیسے کیسے ممکن ہو زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرے، عالیشان رہائشیں بنائے، قیمتی گاڑیاں رکھے، زرق برق اور مہنگے لباس پہنے، ماتحتوں اور اپنے سے چھوٹے ملازمین کو کمتر اور حقیر سمجھے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور میل ملاپ میں شاہانہ طرز وانداز اپنائے اور بے جا اڑائے، سکیورٹی اہل کاروں اور گاڑیوں کے جلو میں چلے، لوگوں سے ناروا اور غیر واجب سلام وسلیوٹ اور احترام و اکرام کی توقع رکھے۔ اگر ہم اپنے ہاں کے سرکاری ملازمین پر نگاہ ڈالیں تو وہ "اپنی اپنی حیثیت کے مطابق" بالعموم ان امراض میں بری طرح مبتلا نظر آتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور اسوۂ کے ذریعے ان تمام امراض کا نہایت شافی علاج مہیا کر دیا ہے۔

آپؐ نے تعلیم دی ہے کہ یہ دنیا انتہائی مختصر اور ماندگی کا وقفہ ہے، آدمی کو بہت جلد اپنے رب کے حضور پیش ہونا اور اپنے دنیوی اعمال کا حساب دینا ہے۔ وہ شخص انتہائی نادان ہے جو اپنے اس نہایت ہی قیمتی اور قلیل وقت کو اخروی ولافانی ذخیرے کی بجائے عارضی اور فانی دنیاوی اندوختے کی نظر کر دے، جو بے انتہا زمانوں کے ناقابلِ تصور عیش ونشاط کی قیمت پر چند برسوں کے معمولی تعیشات خرید لے، جو غیر مختتم آلام ومصائب کے بدلے، لمحاتی خوشیوں کا سودا کر لے، جو دنیا، اس کے مال ودولت اور جاہ و حشمت کی متاعِ قلیل سے دھوکا کھا جائے۔ سو نادانی سے بچیں اور ہوش کے ناخن لیجیے۔ ان لوگوں کی مانند نہ ہو جائیں جو آخرت سے بے خبر، دنیا کے ظاہر پر مرے جاتے ہیں۔[27]

دوسروں کی دیکھا دیکھی کثرت کی ہوس میں مبتلا نہ ہوں بلکہ ان کے انجامِ بد پر نگاہ رکھ کر اپنے نیک انجام کا سامان کیجئے[28] کہ آخرت پر ایمان،[29] تقویٰ[30] اور دور اندیشی[31] کا یہی تقاضا ہے۔ ایک مسلمان کو دنیا سے بے رغبتی اور زہد کا رویہ اپنانا چاہیے اور دنیا سے لو لگا کر نہ بیٹھ جانا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"[32]

"دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک اجنبی یا مسافر۔"

"عُدَّ نَفْسَكَ فِي أَهْلِ الْقُبُورِ"[33]

"خود کو اہلِ قبور میں شمار کرو۔"

"وَاللهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هَذِهِ... فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ؟"[34]

"اللہ کی قسم! دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے... پھر دیکھے کہ کتنا پانی لائی ہے؟"

"لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ"[35]

"اگر دنیا (کی قدر) اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔"

"مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الجَنَّةِ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيهَا"[36]

"جنت میں کوڑے کے برابر جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔"

"فَوَاللَّهِ مَا الفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ"[37]

"واللہ! مجھے تمہارے معاملے میں فقر و تنگ دستی کا ڈر نہیں بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر اس طرح فراخ کر دی جائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی۔ سو تم بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرنے لگو جیسے پہلے لوگ کرنے لگ گئے تھے اور تمہیں بھی اسی طرح غافل کر دے جیسے ان کو کیا تھا۔"

آپ ﷺ خود زہد اور دنیا سے بے رغبتی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؐ نے نہایت سادہ اور فقیرانہ زندگی گزاری، اور یہ بات واضح رہے کہ آپؐ کا یہ فقر و زہد اس وجہ سے نہ تھا کہ دنیوی جاہ و حشمت اور مال و دولت میسر نہ تھے، بلکہ رضائے الٰہی کے لیے اپنی خوشی سے اختیار کردہ تھا، آپؐ ذرا سی خواہش کرتے تو یہ سب کچھ آپؐ کے قدموں میں ہوتا۔ اس ضمن میں سیرتِ اطہر کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے۔ آپؐ کا فرمان ہے:

"عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا، قُلْتُ: لَا يَا رَبِّ وَلَكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ، وَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ"[38]

"میرے اللہ نے مجھے یہ پیشکش فرمائی کہ وہ میرے لیے وادیٔ مکہ کے تمام سنگریزوں کو سونے کا بنا دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں پروردگار! میں تو چاہتا ہوں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہوں۔ جب بھوکا ہوں تو تیرے حضور گڑگڑاؤں اور تیرا ذکر کروں اور جب سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں۔"

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں:

"نَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً، فَقَالَ: مَا لِي وَلِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا"[39]

"رسول اللہ ﷺ کھجور کے پتوں کی چٹائی پر سو رہے تھے۔ جب آپؐ اٹھے تو آپؐ کے پہلو پر (چٹائی کے) نشانات تھے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے لیے پلنگ بنا دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا! میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں کہ کسی درخت کے سائے میں ٹھہرتا ہے، پھر کچھ دیر آرام کرتا ہے، پھر اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کو) چل دیتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ بعض صحابہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے جسم پر اس طرح کے نشانات دیکھ کر رو دیئے۔ حضور ﷺ نے رونے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کیا: حضور، کیوں نہ روؤں! قیصر و کسریٰ عیش اڑا رہے ہیں اور آپؐ اس حال میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يا عمر أما ترضى أن تكون لهم الدنيا ولنا الآخرة"[40]

"اے عمر! کیا تمہیں پسند نہیں کہ قیصر و کسریٰ کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔"

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِي أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ

لِدَيْنٍ"[41]

"اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے پسند نہ آئے کہ تین دن گزرنے کے بعد اس میں سے کچھ بھی میرے پاس ہو۔الّا یہ کہ قرض ادا کرنے کی غرض سے کچھ رکھ چھوڑوں۔"

آپؐ نے دعا فرمائی:

"اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ المسَاكِينِ يَوْمَ القِيَامَةِ"[42]

"اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور قیامت کے دن طبقۂ مساکین کے ساتھ میرا حشر فرما۔"

ایک روایت کے مطابق:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِي المتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ"[43]

"رسول اللہ ﷺ مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیتے اور آپؐ کے اہل کو رات کا کھانا نہ ملتا اور ان کی روٹی اکثر جو کی ہوتی۔"

حضور ﷺ کے زہد اور بے نفسی کا عالم یہ تھا کہ جو بھی مال و دولت ہاتھ آتا راہِ خدا میں خرچ کر دیتے۔آپؐ سب انسانوں سے زیادہ سخی تھے۔رمضان المبارک میں آپؐ کی سخاوت تیزی میں ہوا کی مانند ہوتی۔[44] زبانِ مبارک سے کسی سوال کے جواب میں لفظ "نہیں" ادا نہیں ہوا۔[45] اپنے پاس کچھ بچا کر نہ رکھا۔ترکے میں کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، اونٹ چھوڑا نہ بکری۔[46] اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا تو بقول عائشہ صدیقہؓ، آپؐ کے کاشانۂ اقدس کا اندوختہ ایک وسق جو تھے۔[47]

آپؐ سرورِ کائنات تھے، لیکن خود کو دوسروں سے بڑا اور ممتاز ظاہر کرنے سے مطلق گریز کیا۔انتہائی تواضع اور سادگی شعار تھی۔صحابہ کے ساتھ مل جل کر بالکل انہی کی طرح رہتے۔لوگوں کو اس امر سے روکتے کہ آپؐ کی تشریف آوری پر کھڑے ہوں۔[48] آپؐ کے بیٹھنے کے لیے کوئی الگ جگہ مخصوص نہ تھی۔باہر سے آنے والا کوئی اجنبی شخص آپؐ کو صحابہ کے درمیان سے الگ شناخت نہ کر سکتا۔صحابہ کے ساتھ مل کر اپنے حصے کا کام کرتے۔مسجدِ قبا اور مسجدِ نبوی کی تعمیر اور غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی میں مزدوروں کی طرح صحابہ کے ساتھ برابر کام کیا۔اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے۔جوتے گانٹھ لیتے، کپڑوں کو پیوند لگا لیتے، بازار سے سودا سلف خرید لاتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے۔[49] اور تو اور غلاموں اور لونڈیوں سے بھی خود کو ممتاز و منفرد نہ رکھتے۔حتیٰ کہ خادموں کے کام خود کر دیتے۔کسی خادم کو کبھی اف تک نہ کہا نہ کسی فقیر کو اس کے فقر و فاقہ کی بنا پر کبھی حقیر سمجھا۔

اپنے لیے امتیاز کی نفی کے حوالے سے یہاں یہ مثال پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ سفر میں ایک بکری ذبح کرکے پکانے کا مشورہ ہوا۔مختلف افراد نے مختلف کام اپنے ذمے لے لیے۔آپؐ نے فرمایا: میں ایندھن اکٹھا کرتا ہوں۔صحابہ نے عرض کیا: حضور! ہم آپؐ کا کام خود انجام دیں گے۔آپؐ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم میرا کام انجام دے دو گے، لیکن میں آپ لوگوں سے ممتاز نہیں ہونا چاہتا، اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ آدمی خود کو اپنے ساتھیوں سے نمایاں اور منفرد خیال کرے۔[50]

آپؐ کی سادگی، تواضع اور بے نفسی اس قدر اعلیٰ درجے کی ہے کہ مخالفین کو بھی اسے تسلیم کرتے اور اس ضمن میں آپؐ کی عظمت کا اقرار کرتے ہی بنی ہے۔ جرمن مستشرق گسٹاوویل لکھتا ہے:

"آپ ﷺ اس درجہ منکسر المزاج تھے کہ صحابہ سے اپنے لیے کسی خصوصی توقیر واحترام کو پسند نہ کرتے، نہ ہی اپنے غلام کو کسی ایسے کام کا حکم دیتے جو آپؐ خود انجام دے سکتے تھے۔ آپؐ اکثر بازار میں سودا سلف خریدتے، اپنے کمرے میں اپنے کپڑوں کو پیوند لگاتے، اپنے صحن میں بکری کا دودھ دوہتے نظر آتے۔ آپؐ ہر وقت ہر کسی کی دسترس میں تھے۔"[51]

خلفائے راشدین نے تعلیمات واسوۂ رسول کے عین مطابق حبِّ جاہ ومال سے احتراز، سادگی، تواضع اور زہد وبے نفسی کا رویہ اپنایا۔ حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا معاملہ یہ رہا کہ انھوں نے دنیا کی خواہش کی اور نہ دنیا نے ان کی، اور عمرؓ کی دنیا نے تو خواہش کی مگر انھوں نے اس کی مطلق خواہش نہیں کی، جب کہ ہم اس میں بری طرح مبتلا ہیں۔[52]

خلیفۂ اول خلیفہ بننے سے پہلے قبیلے کی لڑکیوں کو ان کی بکریوں کا دودھ دوہ دیتے تھے، خلیفہ بننے کے بعد اس خدمت سے دستکش نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ اطرافِ مدینہ میں ایک بوڑھی نابینا عورت کی خدمت کے لیے جایا کرتے، لیکن دیکھتے کہ اس کا کام پہلے ہی کوئی شخص کر گیا ہوتا۔ کئی دفعہ کوشش کی کہ اس سے پہلے پہنچ کر خدمت انجام دیں مگر اس سے سبقت نہ لے جاسکے۔ ایک رات تاک میں بیٹھ گئے کہ دیکھیں یہ بندۂ خدا کون ہے؟ دیکھا تو کھلا کہ یہ مردِ درویش خلیفۂ وقت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔[53]

حضرت عمرؓ کی درویشی، تواضع اور زہد وسادگی کا عالم یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند لگا کُرتہ ہے، سر پر پھٹا پرانا عمامہ ہے، پاؤں میں ٹوٹی ہوئی جوتی ہے، کاندھے پر مشک اٹھائے بیواؤں کے گھروں میں پانی بھر رہے ہیں، تھک گئے ہیں تو مسجد کے ایک گوشے میں فرشِ خاک پر لیٹ رہے ہیں۔ مکہ سے مدینہ کا سفر ہے، لیکن خیمہ یا شامیانہ کوئی نہیں، کہیں ٹھہرے ہیں تو کسی درخت پر چادر ڈال کر اس کے سائے میں آرام فرمالیا ہے۔

احنف بن قیس رؤسائے عرب کے ہمراہ ملاقات کو آئے ہیں اور خلیفۂ وقت آستیں چڑھائے اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں۔ احنف کو دیکھ کر کہتے ہیں: بیت المال کا اونٹ بھاگ گیا ہے، اسے ڈھونڈنے میں میری مدد کیجیے، تمھیں معلوم ہے ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔ ایک شخص کہتا ہے: آپ اونٹ کی تلاش میں کیوں تکلیف فرما رہے ہیں، کسی غلام سے کہیے ڈھونڈ لاتا ہے۔ وقت کی عظیم ترین سلطنت کا سربراہ گویا ہوتا ہے: "اَيُّ عَبْدٍ اَعْبَدُ مِنِّي؟" مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہے؟"[54]

اگر سرکاری عہدے دار حقوق مصطفیٰ کا لحاظ رکھتے اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کی سیرت و تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے حبِّ جاہ و دنیا، امتیاز پسندی اور غرور و تکبر ترک کردیں اور تواضع، انکسار، سادگی اور زہد و بے نفسی اپنائیں تو وہ سرکاری عہدوں کے حوالے سے نہایت ہی ذمہ دارانہ رویے کے حامل ہو جائیں۔ جو ملازم متواضع، سادہ اور منکسر المزاج ہو گا وہ اپنے منصب کو معاشرتی سٹیٹس کی مزعومہ بلندی کے لیے استعمال نہیں کرے گا۔ ماتحتوں کو زرخرید غلام، حقیر اور کمینہ نہیں سمجھے گا۔ ان میں گھل مل کر رہے گا۔ ان کے مسائل کو سمجھے گا اور انہیں حل کرے گا۔ کام سے جی چرانے، ٹال مٹول، وقت گزاری وغیرہ کے رویے کو خلافِ تہذیب سمجھتے ہوئے اپنے فرائضِ منصبی کو بطریقِ احسن ادا کرے گا۔ جس ملازم کی نگاہوں میں دنیا اور اس کا مال و منال بے حیثیت ہو جائے گا وہ سرکاری ذرائع کے ذریعے دولت جمع نہیں کرے گا اور اسے سرکار کی مطلوبہ جگہوں پر استعمال کرنے میں ذرا پس و پیش سے کام نہ لے گا۔

عدالت و دیانت

ناانصافی و بد دیانتی بھی سرکاری عہدوں کے ضمن میں حقوق مصطفیٰ کی ادائیگی میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔سرکاری مناصب اور ذرائع امانت ہوتے اور عدل و امانت کا تقاضا کرتے ہیں۔ایک بد دیانت اور غیر منصف مزاج سرکاری ملازم اپنے فرائض کی صحیح صحیح ادائیگی سے جی چراتا، اپنے دائرہ اختیار میں ظلم کا مرتکب ہوتا اور نتیجتاً بمصداق "ملک کفر سے باقی رہ جاتا ہے، ظلم سے باقی نہیں رہتا"[55] اپنے ادارے اور ملک و قوم کے زوال و خسران کا باعث بنتا ہے۔

نبی آخرالزمان ﷺ نے اپنی سیرت اور تعلیمات کے ذریعے اس بات پر بہت زور دیا کہ لوگ عادل، منصف مزاج اور صاحبِ امانت و دیانت بن جائیں۔کوئی شخص اپنے دائرہ اختیار میں کسی پر ظلم کا مرتکب ہو اور نہ خود کو تفویض کی جانے والی امانت میں خیانت کرے۔آپ نے پیغام دیا کہ جس کو امانت سپرد کی گئی ہو وہ خداخوفی سے کام لیتے ہوئے اسے ادا کرے۔[56] امانتیں اہلِ امانت تک پہنچنی چاہیئیں، جو حکم ہو وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو ملحوظ رکھے۔[57] دشمن سے بھی ناانصافی نہیں ہونی چاہیے۔[58] آپؐ نے عدل کو قیامت کی ہولناک گرمی میں عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ پانے کا سب سے پہلا وسیلہ بتایا۔[59] دیانتداری پر اس قدر زور دیا کہ اسے معیارِ ایمان قرار دے دیا۔ارشاد فرمایا:

"لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ"[60]

"جس میں امانت نہیں اس میں (گویا) ایمان ہی نہیں۔"

آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ عدل و دیانت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔آپؐ سب سے بڑھ کر عادل اور سب سے بڑھ کر دیانتدار تھے۔[61] آپؐ کے مثالی عدل و دیانت کی چند مثالیں دیکھیے:

خیبر پر مسلمانوں کے قبضے، یہودیوں سے صلح اور وہاں کی زمین مجاہدین میں تقسیم ہو جانے کے بعد عبداللہ بن سہل اور محیّصہ کسی کام سے خیبر گئے۔وہاں وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔اسی دوران کسی نے عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا۔محیصہ نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ ان کی لاش ایک گڑھے میں پڑی تھی۔محیصہ اور عبداللہ بن سہل کے دیگر عزیزوں نے حضور کی خدمت میں استغاثہ پیش کیا کہ یہودیوں نے ان کے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم قسم کھا سکتے ہو کہ یہ کام یہودیوں ہی کا ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا، اس لیے قسم تو نہیں کھا سکتے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تو یہود سے قسم لے لو! انھوں نے عرض کیا: حضور! کفار کی قسم کیسے لے لیں؟ آپ ﷺ نے بیت المال سے خون بہا ادا کر دیا۔[62]

خیبر میں اس وقت یہودی ہی تھے، ظاہر ہے کہ یہ کام ان ہی میں سے کسی کا تھا لیکن آپؐ نے عدل کے تقاضوں کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا اور عینی شاہد موجود نہ ہونے کی بنا پر یہودیوں جیسے مخالفین سے بھی کچھ تعرض نہ کیا۔

قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت چوری کی مرتکب ہوئی۔حضور ﷺ نے حدود اللہ کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔لوگوں نے قریش کی عزت و مرتبت کے پیشِ نظر اسامہ بن زیدؓ، جن سے حضور کو بہت محبت تھی، کے ذریعے اس عورت کو سزا سے بچانے کے لیے سفارش کی تو حضورؐ نے اسے سختی سے مسترد کرتے ہوئے فرمایا:

"فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَإِنِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا"[63]

"تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور

جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد لاگو کرتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ قبل از بعثت ہی "الامین" کے لقب سے ملقب ہو گئے تھے۔ خانہ کعبہ میں حجرِ اسود کو نصب کرنے پر جب قریش میں شدید جھگڑا کھڑا ہوا اور ایک خوفناک جنگ کے بادل چھانے لگے تو مشورہ ہوا اور سب لوگ اس پر متفق ہو گئے کہ جو آدمی حرم میں پہلے داخل ہو اس کا حکم مان لیا جائے۔ پہلے حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ آپؐ کو دیکھا تو پکار اٹھے:

"هذا الأمين، رضينا، هذا محمد"

"یہ تو امین آ گئے، ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں، یہ محمد ہیں۔"

آپؐ کا فیصلہ عدل و دیانت اور حکمت کا بے مثال نمونہ تھا۔ آپؐ نے ایک کپڑا منگوایا۔ حجرِ اسود کو اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ تمام قبائل اس کے کونوں کو پکڑ کر اٹھائیں۔ جب حجرِ اسود اپنی جگہ تک بلند ہوا تو آپ ﷺ نے اسے پکڑ کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔[64]

کفار اہلِ مکہ آپؐ کو شہید کرنے کی غرض سے آپؐ کے کاشانۂ اقدس کے گرد جمع تھے، ہجرتِ مدینہ کے لیے اذنِ خداوندی آ چکا تھا، مگر آپؐ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی دشمنِ جاں کی امانت بھی ادا ہونے سے رہ جائے۔ چنانچہ سفرِ ہجرت سے پہلے حضرت علی کو اپنے بستر پر لیٹنے کو کہا تو حکم دیا کہ اہلِ امانت کو ان کی امانتیں لوٹائیں۔[65]

حضور ﷺ کے عدل و دیانت کے معیارِ عالی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آپؐ کے دشمن بھی آپؐ کو سب سے بڑھ کر عادل و دیانت دار قرار دیتے،[66] اور اپنے مقدمات فیصلوں کی غرض سے آپ کی خدمت میں لاتے۔[67] عدل و دیانت کے ضمن میں آپؐ کی غیر معمولی عظمت کا اعتراف آپ کے زمانے کے دشمنوں ہی نہیں بلکہ آج کے دور کے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ حضور ﷺ کا انتہائی متعصب مستشرق سوانح نگار ولیم میور لکھتا ہے:

"In all his dealings he was fair and upright and as he grew in years his honorable bearing won for him the title of Al-Ameen the faithful."

"آپ ﷺ تمام معاملات میں عادل اور دیانتدار تھے۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپؐ نے اپنی شریف النفسی اور عظمت و صداقت کی بنا پر "الامین" یعنی قابلِ اعتبار و اعتماد کا لقب حاصل کر لیا تھا۔"[68]

خلفائے راشدین نے بھی عدل و دیانت کی زریں مثالیں رقم کیں۔ انہوں نے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق پہنچایا اور قوم کی امانت میں پائی بھر خیانت گوارا نہ کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کا منصب سنبھالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تم پر نگران بنایا گیا ہوں حالانکہ تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اچھے کام کروں تو میری اطاعت کرو، اگر غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دو... تم میں سے کمزور شخص میرے نزدیک طاقت ور ہے یہاں تک کہ میں اسے اس کا حق دلا دوں اور تم میں سے طاقت ور شخص میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق واپس لے لوں۔"[69]

حضرت علیؓ امیر المومنین تھے۔ آپ کی زرہ گم ہو گئی۔ پتہ چلا کہ ایک یہودی کے پاس ہے۔ آپؓ نے قاضی شریح کی

عدالت میں دعوی دائر کیا، لیکن گواہ آپؓ کا بیٹا اور غلام تھے۔ قاضی نے قرابت داری کی بنا پر بیٹے اور غلام کی گواہی مسترد کردی اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ یہودی حضرت علیؓ اور دین اسلام کی عظمت کا قائل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا۔[70]

خلفائے راشدین خلافت کی بھاری ذمہ داریوں کے عوض بیت المال سے صرف اتنا خرچ وصول کرتے جس سے نہایت ہی مشکل سے گزارہ ہوتا۔ قوم کے مال میں سے ذرا سی چیز بھی بغیر اجازت لینا منظور نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ بیمار ہو گئے اور شہد کی ضرورت پیش آئی۔ بیت المال میں کافی مقدار میں شہد موجود تھا، مگر آپؓ نے قوم کو بتائے بغیر شہد لینا روانہ سمجھا، لوگوں سے اجازت لی کہ اگر کہیں تو تھوڑا شہد لے لیتا ہوں۔ لوگوں نے اجازت دی تو آپؓ نے شہد استعمال کیا۔[71] آپؓ اتنا معمولی کھانا کھاتے کہ لوگوں نے آپؓ سے درخواست کی کہ کھانے کے معیار کو بہتر بنائیں۔ آپؓ نے فرمایا تم بلاشبہ میری خیر خواہی کے تحت ایسا کہہ رہے ہو مگر میں اپنے پیشرؤں حضور ﷺ اور ابو بکر صدیق کے پاس ان کی راہ سے منحرف ہو کر کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ ملک میں قحط پڑا تو سال بھر گھی اور گوشت استعمال نہیں کیا۔[72]

سرکاری مناصب پر فائز حضرات عدل و دیانت سے متعلق حقوق مصطفیٰ کو پیشِ نگاہ رکھتے ہوئے مذکورہ بالا تعلیمات واسوۂ رسول وخلفائے رسول پر عمل کریں تو سرکاری عہدوں کے حوالے سے پائی جانے والی بد دیانتی و ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے۔ سرکاری ملازمین کسی کا حق کھانے اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے محفوظ رہیں اور یوں اپنے اداروں اور ملک و قوم کی ترقی وکامرانی کا باعث بنیں۔

اقرباء پروری سے گریز

آنحضور ﷺ کا امت پر حق ہے کہ وہ آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے منصب کو اقربانوازی کے لیے استعمال کرنے سے گریز کریں۔ آپؐ کے لائے ہوئے دین میں حق اور میرٹ کے مقابلے میں عام اقرباء تو ایک طرف اپنے والدین حتی کہ خود اپنی ذات کو بھی خلافِ قانون وضابطہ فائدہ پہنچانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا"[73]

"اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والو رہو خواہ یہ تمہارے اپنے ہی خلاف ہو یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف۔ وہ آدمی غنی ہو یا فقیر، اللہ کا ان دونوں سے زیادہ سروکار ہے۔ سو تم خواہشِ نفس کی پیروی مت کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم لگی لپٹی کہو یا اعراض برتو، تو اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

"وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰي"[74]

"اور جب بات کہو تو عدل سے کام لو خواہ (متکلم فیہ) قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔"

حدیث نبوی کے مطابق تعصب وجانبداری کی بنا پر عہدے کی تفویض لعنتِ الٰہی کا موجب ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"جس کو مسلمانوں کے کسی معاملے کی ذمہ داری سونپی گئی اور اس نے تعصب وجانبداری کی بنا پر

کسی کو ان پر عہدہ دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے"[75]

حضرت عمرؓ مودت و قرابت داری کے باعث عہدہ دینے کو اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جسے اہل اسلام کے معاملے کی کوئی ذمہ داری ملی اور اس نے کسی شخص کو ذاتی محبت یا قرابت داری کی بنا پر یہ ذمہ داری سونپ دی تو ایسا شخص اللہ اور رسول سے خیانت کا مرتکب ہوا۔"[76]

حاصلِ بحث

بحث کا حاصل یہ ہے کہ عظیم ترین محسن ہونے کے ناطے حضور ﷺ کے ہم پر جو حقوق ہیں ان میں سب سے بڑھ کر آپ ﷺ سے وہ محبت و عقیدت ہے جو بروئے قرآن و حدیث تمام مخلوقات میں سے کسی اور سے نہ ہو۔ آپ ﷺ سے اس محبت کا سب سے اہم تقاضا آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ آپ ﷺ کی فرمانبرادری کا رویہ اپنانے کے بہت سے اہم اور معاشرے کے مختلف طبقات کے لیے مفید نتائج میں سے ایک سرکاری مناصب پر فائز حضرات کا اپنے مناصب اور ذمے داریوں کا احساس ہے۔ اس مقالے میں اہلیتِ منصب، مسؤلیت وجوابدہی، حب جاہ ومال سے احتراز اور زہد وبے نفسی، عدالت و دیانت اور اقربا پروری سے گریز سے متعلق آپ کی فراہم کردہ تعلیمات، اسوۂ حسنہ اور آپ ﷺ کے تیار کردہ افرادِ معاشرہ و صاحبانِ مناصب کے نمونوں کی روشنی میں بحث کرکے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر صاحبانِ مناصب ان تعلیمات اور زیرِ نظر حوالے سے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھیں تو ان مسائل سے بچا جاسکتا ہے، جو اس طبقے میں عمومی طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

نتائج بحث

اس بحث سے جو اہم نتائج اخذ ہوئے ہیں ان کو سلسلہ واریوں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. حضور ﷺ کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور یہ محبت آپ ﷺ کی تعلیم پر مکمل عمل کی مقتضی ہے۔
2. جو شخص سرکاری عہدے پر فائز ہو اور حضور اور آپ کے تعلیم فرمودہ طرزِ عمل کو سامنے نہ رکھے سیرت طیبہ کی رو سے وہ آپ ﷺ کے حقوق کا غاصب ہے۔
3. سرکاری عہدوں پر فائز حضرات پر آپ ﷺ کا یہ حق ہے کہ وہ اہلیتِ منصب کا لحاظ کریں، آخرت پر نگاہ رکھتے ہوئے اور اعلیٰ آدرش کی خاطر مال ودولتِ دنیا اور جاہ حشمت کی ہوس سے پاک ہو جائیں، انصاف کو حرزِ جاں بنالیں اور بددیانتی اور اقربا پروری سے کنارہ کش ہو جائیں۔
4. اہلِ مناصب کے لیے بطور خاص صحابی رسول، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا وہ طرز عمل قابلِ تقلید ہے جو آپؓ نے خیبر کے یہودیوں کی بدعنوانی اور رشوت کی پیشکش کے جواب میں اختیار کیا تھا۔ انھوں نے جب پیداوار کو برابر تقسیم کرکے یہودیوں کو اختیار دیا کہ جو حصہ چاہے رکھ لیں اور انھوں نے کچھ زیورات وغیرہ پیش کرکے اپنا حصہ بڑھانے کو کہا، تو عبداللہ بن رواحہؓ نے جواب دیا:

"خدا کی قسم! میں تمہارے پاس اس ہستی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے تمہارے بندروں اور خنزیروں سے زیاد مبغوض ہو لیکن تم سے میری نفرت اور میرے نبی سے میری محبت مجھے تم سے ناانصافی پر آمادہ نہیں کرسکتی۔ یہ سن کر یہودیوں

نے کہا: اسی (عدل وانصاف) کی بناپر یہ آسمان اور زمین قائم ہیں۔"[77]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] سورۃ الاحزاب: 6

Surah al Aḥzāb: 6

[2] البخاری، محمد بن اسمٰعیل، ابو عبداللہ، صحیح البخاری، ت۔ محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، 1422، حدیث رقم: 15

Al Bukhārī, Muḥammad bin Isma'īl, *Ṣaḥīḥ al Bukhārī*, (Dār Ṭawq al Najāh, 1422), Ḥadīth # 15

[3] سورۃ آل عمران: 31

Surah Āl Imrān: 13

[4] البخاری، حدیث رقم: 7280

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 7280

[5] القشیری، مسلم بن الحجاج، ابوالحسن، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، حدیث رقم: 1733

Al Qushayrī, Muslim bin Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, (Beirut: Dār Iḥyā' al Turath al 'Arabī), Ḥadīth # 1733

[6] البخاری، حدیث رقم: 6722

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6722

[7] طلبِ مناصب کی ممانعت در حقیقت عہدوں کو ذاتی اغراض سے آزاد کرانے کی غرض سے ہے، ورنہ یہ کوئی حرام اور ممنوع امر نہیں۔ ایسے حالات میں جب کہ اہل افراد کے عدمِ طلب سے نااہلوں کے متمکن ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا اس کے بغیر اپنا حق حاصل نہ کیا جاسکتا ہو، تو عہدہ طلب کیا جاسکتا ہے، لیکن اولین مقصود خدمتِ دین وملت اور آخرت کی بھلائی ہو۔ روزگار کا مقصودِ نظر ہونا بھی گناہ نہیں لیکن اس کو ثانوی مقصد ہونا چاہیے۔ طلبِ مناصب کی ممانعت کے حرص وہوس کی روک تھام کی علت کے ماتحت ہونے کے شواہد ان روایات سے واضح طور پر ملتے ہیں جن میں آنحضورﷺ نے اسی نوع کے الفاظ سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ مثلًا فرمایا: "إِنَّا لا نُوَلِّي هذا مَن سألہ، ولا مَن حرَص عليه" "ہم یہ (امرِ حکومت) اس کے سپرد نہیں کرتے جو اس کا سوال کرے یا اس پر حریص ہو۔" (البخاری، حدیث رقم: 7149)

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 7149

[8] مسلم، حدیث رقم: 1825

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 1825

[9] الطبرانی، المعجم الکبیر، حدیث رقم: 11216، ابن تیمیہ، السیاسۃ الشریعہ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، ص: 8

Al Ṭabrānī, *Al Mo'jam al Kabīr*, Ḥadīth # 11216, Ibn Taymiyah, *Al Siyāsah al Shar'iyyah fī Iṣlāḥ al Ra'ī wal Ra'īyyah*, (Beirut: Dār 'Ālam al Fawai'd lil Nashr wal Tawzī'), p:8

[10] السیوطی، الجامع الصغیر، حدیث رقم: 8414

Al Sayuṭī, *Al Jami' al Ṣaghīr*, Ḥadīth # 8414

[11] البخاری، حدیث رقم: 59

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 59

[12] سورۃ المؤمن: 19

Surah al Mo'min : 19

[13] سورۃ بنی اسرائیل: 63

Surah Banī Isrā'īl: 63

[14] البخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ: واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول...، حدیث رقم: 7138

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 7138

[15] الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، تحقیق: احمد محمد شاکر، مصطفیٰ البابی الحلبی، 1975م، مصر، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ، باب فی القیامۃ، حدیث رقم: 2416

Al Tirmadhī, Muḥammad bin 'Esa, *Sunan al Tirmadhī*, (Egypt: Muṣṭafa al Babī al Ḥalabī, 1975), Ḥadīth # 2416

[16] سورۃ المائدۃ: 67

Surah al Mā'idah: 67

[17] سورۃ الفاطر: 8

Surah al Faṭir: 8

[18] سورۃ الکہف: 6

Surah al Kahaf: 6

[19] سورۃ الشعراء: 3

Surah al Shu'ara: 3

[20] مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، حدیث رقم: 1218

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 1218

[21] ارشاد فرمایا: "سَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" "تم میرے بعد بہت اختلاف پاؤ گے، سو تم پر میری اور میرے خلفاے راشدین کی سنت کا اتباع واجب ہے، ان کو مضبوطی سے تھام لو۔" (ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاء الکتب العربیۃ، فیصل عیسی البابی الحلبی، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، حدیث رقم: 42 ، احمد بن محمد بن حنبل، مسند، تحقیق: شعیب الارنؤوط، عادل مرشد وآخرون، المؤسسۃ الرسالۃ، 2001م، احادیث رجال من اصحاب النبی ﷺ، حدیث رقم: 23246

Ibn Majah, Muḥammad bin Yazīd, *Sunan Ibn Majah*, (Beirut: Dār Iḥya' al Kutub al 'Arabiyyah), Ḥadīth # 42, Aḥmad bin Ḥambal, *Musnad*, (Mo'assasah al Risalah, 2001), Ḥadīth # 23246

[22] جلال الدین عبد الرحمان السیوطی، تاریخ الخلفاء، دار ابن حزم، بیروت، 2003ء، ص: 86

Al Sayuwṭī, Jalal al Dīn 'Abdul Reḥmān, *Tārīkh al Khulaf ā'*, (Dār Ibn Ḥazam, 2003), p:86

[23] ایضاً، ص: 105،106

Ibid., p:105,106

[24] ایضاً، ص: 69،159

Ibid., p:69,159

[25] ایضاً، ص: 64،65

Ibid.,p:64,65

[26] ایضاً، ص: 113

Ibid., p:113

[27] يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ(سورۃ الروم:30)

[28] لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭوَبِئْسَ الْمِهَادُ (سورۃ آل عمران:197،196)"کافروں کی شہروں شہروں چہل پہل تمہیں دھوکے میں مبتلانہ کردے۔یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اور وہ نہایت بری جائے رہائش ہے۔"

[29] فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّه فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا(سورۃ الکھف:110)"تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے۔"

[30] مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى(سورۃ النساء:77)"دنیا کا فائدہ تھوڑا سا ہے،اور آخرت بہت بہتر ہے،اس شخص کے لیے جو پرہیزگار ہے۔

[31] "وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآاِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (سورۃ العنکبوت:64)"اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے،اور (اصل)زندگی تو آخرت کا گھر ہے۔"

[32] البخاری،کتاب الرقاق، باب مثل الدنیافی الآخرہ، حدیث رقم:6416

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6416

[33] الترمذی،ابواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی قصر الامل، حدیث رقم:2233

Sunan al Tirmadhī, Ḥadīth # 2233

[34] مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فناء الدنیاوبیان الحشر یوم القیامۃ، حدیث رقم:2858

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 2858

[35] الترمذی،ابواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل، حدیث رقم:2320

Sunan al Tirmadhī, Ḥadīth # 2320

[36] البخاری،کتاب الرقاق، باب مثل الدنیافی الاخرۃ، حدیث رقم:6415

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6415

[37] البخاری،کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی بہ وجہ اللہ، حدیث رقم:4625

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 4625

[38] الترمذی،ابواب الزہد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، حدیث رقم:2347

Sunan al Tirmadhī, Ḥadīth # 2347

[39] الترمذی،ابواب الزہد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی اخذ المال، حدیث رقم:2377

Sunan al Tirmadhī, Ḥadīth # 2377

[40] عماد الدین اسماعیل بن عمربن کثیر القرشی الشّافعی،البدایۃ والنھایۃ، تحقیق:حسان عبدالمنان، بیت الافکار الدولیۃ، لبنان، 2004م،1:886

Ibn Kathīr, Isma'īl bin 'Umar, *Al Bidāyah wal Nihāyah*, (Lebonan: Bayt al Afkār al Duwaliyyah, 2004), 1:886

[41] البخاری،کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ما احب لی مثل احد ذھبا، حدیث رقم:6445

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6445

[42] الترمذی، ابواب الزہد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء ان فقراء المهاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیا ئھم، حدیث رقم: 2352
Sunan al Tirmadhī, Ḥadīth # 2352

[43] الترمذی، ابواب الزہد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی معیشۃ النبی ﷺ، حدیث رقم: 2360
Sunan al Tirmadhī, Ḥadīth # 2360

[44] البخاری، کتاب الصوم، باب اجود ماکان النبی ﷺ یکون فی رمضان، حدیث رقم: 1902
Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 1902

[45] البخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، ومایکرہ من البخل، حدیث رقم: 6034
Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 6034

[46] ابو داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی مایؤمر بہ من الوصیۃ، حدیث رقم: 2863
Sunn Abū Dāū'd, Ḥadīth # 2863

[47] البخاری، کتاب فرض الخمس، باب نفقۃ نساء النبی ﷺ بعد وفاتہ، حدیث رقم: 3097
Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 3097

[48] قاضی عیاض، شرح الشفا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1:287,288
Qāḍī 'Ayāḍ, *Sharḥ al Shif ā'*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 1:287,288

[49] ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی، مشکوۃ المصابیح، المکتبۃ الرحیمیۃ، دیوبند، 1:520
Al Tabryzī, Muḥammad bin 'Abdullāh, *Mishkāt al Maṣabīḥ*, (Deoband: Al Maktabah al Raḥīmiyyah), 1:520

[50] محب الدین ابو جعفر محمد بن عبداللہ الطبری، خلاصۃ السیر، دلی پرنٹنگ پریس، دہلی، 1343ھ، ص:22، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، آر۔زیڈ پیکیجز، لاہور، 1408ھ، 20-2:195، نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت، الفیصل، لاہور، 2009ء، ص:115-120
Al Ṭabarī, Muḥammad bin 'Abdullāh, *Khulāsah al Siyar*, (Delhi: Delhi Printing Press, 1343), p:22, Shiblī No'mānī, Syed Sulaymān Nadvī, *Sīrah al Nabī*, (Lahore: R.Z Packages, 1408), 2:195-201, Na'eem Ṣiddiqī, *Muḥsin-e-Insāniyat*, (Lahore: Al Faisal, 2009), p:115,120

[51] Gustav Weil, Trans; KhudaBakhsh, *History of Islamic peoples* (Calcutta :University of Calcuttapress, 1914), p:27

[52] السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:98
Al Sayuwṭī, *Tārīkh al Khulaf ā'*, p:98

[53] ایضاً، ص:66
Ibid., p:66

[54] شبلی نعمانی، الفاروق، افضل المطابع، دہلی، 1915ء، 2:195
Shiblī No'mānī, *Al Fārūq*, (Delhi: Afzal al Maṭabi', 1915), 2:195

[55] یہ حدیثِ رسول ہے یا کسی صحابی وتابعی وغیرہ کا قول؟ اس پر اہلِ تحقیق میں بہت بحث ہے۔ عموماً اسے حضرت علی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ راقم نے یہاں اسے امام غزالی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام صاحب اسے قولِ رسول کے طور پر پیش کرتے ہیں، محمد بن محمد الغزالی، التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، تحقیق: احمد شمس الدین، دار لکتب العلمیۃ، بیروت، 1988ء، ص:44
Al Ghazālī, Muḥammad bin Muḥammad, *Al Tibr al Masbūk fī Naṣīḥ ah al Mulūk*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1988), p:44

[56] فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَه وَلْيَتَّقِ اللهَ رَبَّه (سورۃ البقرۃ:283)

[57] اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (سورة النساء:4) "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کو لوٹا دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔"

[58] وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (سورة المائدۃ:8) "اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کا دامن چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو، یہ تقوی سے قریب تر ہے۔"

[59] حضور نے ان سات افراد کا ذکر کرتے ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، سب سے پہلے امامِ عادل کا تذکرہ کیا۔ دیکھیے: البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ و فضل المساجد، حدیث رقم: 660

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth # 660

[60] ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، صحیح ابن حبان، تحقیق: شعیب الارنؤوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1988م، کتاب الایمان، باب فرض الایمان، حدیث رقم: 194

Ibn Ḥibbān, Muḥammad bin Ḥibbān, Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān, (Beirut: Mo'assasah al Risalah, 1988), Ḥadīth # 194

[61] قاضی عیاض، شرح الشفا، 1:295

Qāḍī 'Ayāḍ, *Sharḥ al Shif ā'*, 1:295

[62] النسائی، احمد بن شعیب، السنن الصغری، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، 1986م، کتاب القسامۃ، باب تبدیۃ اھل الدم فی القسامۃ، حدیث رقم: 4710-4720

Al Nasa'ī, A ḥ mad bin Sho'aib, Al Sunan Al Ṣughra, (Ḥalab: Maktab al Maṭbū'āt al Islāmiyyah, 1986), Ḥadīth # 4710-4720

[63] مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف وغیرہ، والنھی عن الشفاعۃ فی الحدود، حدیث رقم: 1688

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 1688

[64] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: عمر عبد السلام تدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، 1990م، 1:223,224

Ibn Hishām, Al Sīrah al Nabaviyyah, (Beirut: Dār al Kitāb al 'Arabī, 1990), 1:223,224

[65] ابن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ت۔ ابی الفدا عبد اللہ القاضی، دار لکتب العلمیۃ، بیروت، 1987م، 2:4

Al Jazarī, Ibn al Athīr, *Al Kāmil fi al Tārīkh*, (Beirut: D ā r al Kutub al 'Arabī, 1990), 2:4

[66] قاضی عیاض، شرح الشفا، 1:297

Qāḍī 'Ayāḍ, *Sharḥ al Shif ā'*, 1:297

[67] شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 2:184، منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، رحمۃً للعالمین، تحقیق: میاں طاہر، مرکز الحرمین الاسلامی، 2:652

Shiblī No'mānī, Syed Sulaymān Nadvī, *Sīrah al Nabī*, 2:184, Mansūrpūrī, Muḥammad Sulaymān Salmān, *Raḥamah lil 'Ālamīn*, (Beirut: Markaz al Ḥaramayn al Islāmī), 2:652

[68]William Muir, *Mahomet and Islam: A Sketch of the Prophet's Life from Original Sources, and a Brief Outline of his Religion,* (London: The Religious Tract Society, 1887), p:19.

[69] ابن اسحاق، السیرۃ النبویہ، تحقیق: احمد فرید المزیدی، دار لکتب العلمیۃ، بیروت، 2004م، ص: 718

Ibn Isḥāq, *Al Sīrah al Nabaviyyah*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2004), p:718

[70] السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: 147،148

Al Sayuwṭī, *Tārīkh al Khulaf ā'*, p: 147,148

[71] ایضاً، ص: 113

Ibid., p:113

[72] ایضاً، ص: 105

Ibid., p:105

[73] سورۃالنساء: 4

Surah al Nisā', 4:135

[74] سورۃالانعام: 6

Surah al An'ām, 6:152

[75] الھیثمی، مجمع الزوائد، 5:235

Al Haythāmī, *Majma' al Zawā'id*, 5:235

[76] ابن تیمیہ، السیاسۃ الشریعہ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، ص: 8

Ibn Taymiyah, *Al Siyāsah al Shar'iyyah fī Iṣlāḥ al Ra'ī wal Ra'īyyah*, p:8

[77] ابن قیم، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، ت، شعیب الارنؤوط، عبدالقادر الارنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1998، 2:11

Ibn Qayyim, *Zād al Ma'ād fī Hadyi Khair al 'Ibād*, (Beirut: Mo'assasah al Risalah, 1998), 2:11